بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر ونظر

'اسلامی نظریاتی کونسل' کی حالیہ سفارشات کا جائزہ

اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کا آئینی ادارہ ہے۔ ۱۹۷۳ء کے دستور میں جب شق ۲۲۷ شامل کی گئی کہ پاکستان میں کوئی بھی قانون کتاب وسنت کے مخالف نہیں بنایا جائے گا تو عملاً اس کا با قاعدہ نظام وضع کرنے کی غرض سے اسی دستور میں ہی دفعہ نمبر ۲۲۸، ۲۲۹ اور ۲۳۰ میں 'اسلامی نظریاتی کونسل' کے نام سے ۲۰/افراد پر مشتمل ایک آئینی ادارہ بھی تشکیل دیا گیا جس کا مقصد صدر، گورنر یا اسمبلی کی اکثریت کی طرف سے بھیجے جانے والے معاملے کی اسلامی حیثیت کا جائزہ لے کر ۱۵/دن کے اندر اندر اُنہیں اپنی رپورٹ پیش کرنا تھا۔ شق نمبر ۲۲۸ میں یہ قرار دیا گیا کہ اس کے اراکین میں جہاں تمام فقہی مکاتبِ فکر کی مساوی نمائندگی ضروری ہوگی، وہاں اس کے کم از کم چار ارکان ایسے ہوں گے جنہوں نے اسلامی تعلیم وتحقیق میں کم وبیش ۱۵/برس صرف کئے ہوں اور اُنہیں عوامِ پاکستان کا اعتماد حاصل ہو۔ (شق ۲۲۸ اے، سی)

اپنے یومِ وجود سے لے کر آج تک کونسل نے متعدد اہم مسائل پر حکومتِ پاکستان کو شرعی رہنمائی اور تجاویز مہیا کی ہیں۔ کونسل کا ماضی اس حوالے سے بڑا تابناک رہا ہے کہ یہاں سے بالعموم کتاب وسنت کی ترجمانی اور قوم کو قیمتی سفارشات میسر آتی رہی ہیں اور عام مسلمانوں سے لے کر اہل علم ودین حضرات میں اس کی رائے کو قدر ووقعت سے دیکھا جاتا رہا ہے۔

مشرف حکومت نے جہاں وطنِ عزیز کو دیگر بہت سے سنگین مسائل سے دوچار کیا، وہاں اپنے مغربی افکار کی بدولت نظریاتی میدان میں بھی اُنہوں نے پاکستانی قوم کو تبدیل کرنے کی متعدد کوششیں کیں، جن میں تعلیم اور میڈیا میں اسلام مخالف اِقدامات سرفہرست ہیں۔ قارئین کو یاد ہوگا کہ مشرف حکومت کے آخری سالوں یعنی ۲۰۰۶ء کی آخری سہ ماہی میں پاکستان میں حدود قوانین کی 'مزعومہ اصلاح' کے لئے ایک بھرپور مہم چلائی گئی تھی، اور اس کو بعض اربابِ

ابلاغ نے اس طرح پاکستانی قوم کے ذہن پر سوار کر دیا تھا کہ گویا اس دور کا سب سے سنگین ترین مسئلہ یہی سمجھا گیا جو بچے بچے کی زبان پر تھا۔ اس دور میں مختلف قومی حلقوں کی طرف سے یہ مطالبہ کیا جاتا رہا کہ حکومت کو چاہئے کہ اسلامی نظریاتی کونسل سے، جو اس بحث کا اصل علمی اور آئینی پلیٹ فارم ہے، اس سلسلے میں رہنمائی حاصل کرے۔ لیکن مارچ ۲۰۰۶ء وما بعد ہونے والے کونسل کے متعدد اجلاسوں کے بعد کونسل میں ان قوانین کے خلافِ اسلام ہونے پر اتفاقِ رائے پیدا نہیں ہوسکا تھا اور حکومت کی سرتوڑ کوشش کے باوجود اُسے یہاں سے شرعی واخلاقی تائید حاصل نہ ہوسکی تھی۔

انہی دنوں مشرف حکومت نے 'اسلامی نظریاتی کونسل' کی اس اسلام پسندی اور حکومت نوازی سے گریز پر قابو پانے کے لئے بعض 'روشن خیال' دانشوروں کو اس کونسل میں شامل کیا تاکہ اس کی رائے میں انتظامی طور پر تبدیلی لائی جاسکے۔ اس میں سب سے اہم تبدیلی تجدد پسند دانشور جاوید احمد غامدی کی بطورِ رکن نامزدگی تھی۔ حکومت کی اس دخل اندازی کا یہ نتیجہ تو برآمد ہوا کہ کونسل اپنے اسلامی تشخص سے محروم ہوکر اپنا سابقہ اعتماد واِعزاز کھو بیٹھی اور نظریاتی کونسل کے متعدد ممبران (مثلاً حاجی محمد حنیف طیب اور مظہر سعید کاظمی وغیرہ) نے اپنی رکنیت سے استعفیٰ دے دیا، لیکن باضمیر ممبران نے مشرف حکومت کو یہاں سے حدود قوانین کی کلی تائید حاصل نہ ہونے دی۔

اراکینِ کونسل کے استعفیٰ کے دنوں میں اخلاقی برتری کے لئے جاوید احمد غامدی نے بھی کونسل کی رکنیت سے عین اسی طرح استعفیٰ دے دیا جیسے چوہدری شجاعت حسین نے پارلیمنٹ سے نمائشی استعفیٰ دیا تھا۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ دیگر مخلص ممبران سے تو آج تک کونسل محروم چلی آرہی ہے، لیکن جاوید غامدی صاحب نہ صرف اسی شان وشوکت سے بلکہ اپنے دیگر حواریوں کے آنے کے بعد زیادہ آب وتاب سے وہاں براجمان ہیں۔ یاد رہے کہ کونسل کے موجودہ اَراکین کی غالب اکثریت تجدد پسند دانشوروں پر مشتمل ہے مثلاً رشید جالندھری، ڈاکٹر منظور احمد، سید افضل حیدر اور سرفہرست جناب صدر نشین ڈاکٹر خالد مسعود صاحب۔

اس وقت کونسل میں ایک ہی شخصیت ہیں جنہیں معروف معنی میں عالم دین قرار دیا جاسکتا

www.KitaboSunnat.com

ہے اور وہ ہیں جناب عبد اللہ خلجی صاحب، جو گاہے بگاہے ان تجدد پرستوں کے درمیان اپنے اختلافات کا دَبے لفظوں میں اظہار کرتے رہتے ہیں۔ اس بنا پر کونسل کی موجودہ ہیئت اس اعتبار سے خلافِ آئین بھی ہے کہ شق ۲۲۸ /اے کی رو سے یہاں تمام مسلمہ مکاتبِ فکر کی نمائندگی موجود نہیں اور اس اعتبار سے بھی کہ شق ۲۲۸/سی کی رو سے کم از کم چار علماے کرام ممبران میں سے فی الوقت صرف ایک شخصیت مولانا عبد اللہ خلجی صاحب موجود ہیں۔

کونسل میں مذکورہ بالا حکومتی تبدیلی کا نتیجہ یہ نکلا کہ کونسل نے اپنے تابناک ماضی کے برعکس یوٹرن لیا۔ گذشتہ دو برس کی سفارشات کا ایک سرسری مطالعہ اس دعویٰ کی کافی دلیل ہے کہ غامدی صاحب کے آنے کے بعد کونسل ان کے منحرف آراء وافکار کا مرکز ومحور بن گئی۔ وہ مباحث جو اس سے قبل غامدی صاحب کے مجلّہ 'اشراق'، ان کی کتاب 'میزان' اور 'المورد' کی ویب سائٹ پر ملتی تھیں، بعد میں 'اسلامی نظریاتی کونسل' کے معتبر نام سے پیش ہونے لگیں۔ یوں تو کونسل کے موجودہ اراکین اپنے تفردات اور اسلام کے بارے میں عجوبہ روزگار خیالات کے حوالے سے پاکستان کے اہل علم حضرات میں پہلے بھی جانے پہچانے جاتے ہیں لیکن جاوید غامدی صاحب کی شکل میں اُنہیں ایسا نفسِ ناطقہ میسر آیا جو کتاب وسنت سے من چاہا استدلال کرنے اور اُن سے اپنی بات کہلوانے کی جراءتِ رندانہ کا حامل تھا۔ اس پر مستزاد جاوید غامدی کے مختلف ذرائع ابلاغ میں پھیلے ہوئے شاگرد☆ ہیں جو کونسل کی غلط سفارشات کی ترجمانی اور تائید کے لئے ہر دم کمربستہ رہتے ہیں۔ طبقہ علما میں سے صرف ایک شخصیت کی موجودگی اور مغرب نوازوں کی کثرت کے بعد کونسل کی سفارشات کو اسلام کی ترجمانی کی بجائے 'جدت پسندی' نہ سمجھا جائے تو کیا کہا جائے؟ اگر موجودہ کونسل کو 'اسلامی نظریاتی کونسل' کی بجائے 'تجدد زدہ دانشوروں کا مرکز' کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

غامدی صاحب کے منحرف افکار سے اس وقت بہت سے اہل علم بخوبی آگاہ ہیں۔ محدث میں ان کے افکار پر مضامین تسلسل سے شائع ہوتے رہے ہیں (جن میں ایک مضمون اس شمارہ میں

☆ بطورِ مثال حالیہ سفارشات کے حق میں غامدی صاحب کے شاگردِ رشید خورشید ندیم کے روزنامہ 'جنگ' میں دو کالم اور روزنامہ پاکستان میں جناب افضال ریحان کا تین قسطوں پر مشتمل تفصیلی مضمون ملاحظہ کریں۔

www.KitaboSunnat.com

بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے) اور ان کے افکار کے جو سنگین اثرات مسلم فکر ونظر پر سامنے آنا شروع ہوئے ہیں، اس سے ہر محبِ دین شخص متفکر نظر آتا ہے۔ غامدی صاحب کی کاوشوں کا ایک مرکز تو ٹی وی سکرین ہے، جہاں وہ آئے روز دین کے نام پر نت نئے خیالات پیش کرتے رہتے ہیں۔ ان کا دوسرا مرکز 'اسلامی نظریاتی کونسل' ہے۔ ایک معتمد آئینی ادارے کو اُنہوں نے اپنے غلط افکار کا زینہ بنا رکھا ہے، جہاں حکومتی وسائل بھی ان کے نظریات کے فروغ کے لئے صرف ہورہے ہیں۔

اپنے 'نادر' اَفکار کو معاشرے میں پروان چڑھانے کے لئے موجودہ نظریاتی کونسل نے گذشتہ برس ایک اور خطرناک قدم یہ اٹھایا ہے کہ اپنی ۴۵ سالہ تاریخ کے برعکس، جب کہ کونسل کی تمام سفارشات حکومت کے لئے مخصوص ہوتی تھیں، ایک سلسلہ وار سہ ماہی مجلّہ 'اجتہاد' کے نام سے شائع کرنا شروع کیا۔ اور مختصر مدت کے بعد مجالس بھی منعقد کرنا شروع کی ہیں۔ 'اجتہاد' کا تیسرا شمارہ ابھی حال میں شائع ہوکر سامنے آیا ہے۔ ہماری نظر میں اسلامی نظریاتی کونسل کا یہ مجلّہ 'اجتہاد' متجد دین کے اَفکار کا مرکز ہے جس کے ذریعے اُنہیں حکومتی اور آئینی پلیٹ فارم سے قوم میں اپنے نظریات پھیلانے کا سنہرا موقع ہاتھ آیا ہے۔

مجلّہ 'اجتہاد' کے موضوعات ومشمولات کی ایک جھلک اور افکار پر ایک تبصرہ تو پھر کبھی سہی، سردست موجودہ نظریاتی کونسل نے جو نیا 'کارنامہ' انجام دیا ہے، اس نے ملک بھر کے علمی حلقوں میں شدید تشویش کی لہر دوڑا دی ہے اور پاکستان کے ممتاز علما نے ایک بار پھر شدت سے یہ مطالبہ دہرایا ہے کہ نظریاتی کونسل کو از سر نو تشکیل دیا جائے اور اس میں آئینی طور پر ماہرین شریعت کی مطلوبہ تعداد کو پورا کیا جائے، نیز تمام مکاتبِ فکر کو نمائندگی دی جائے۔ یاد رہے کہ کونسل اس وقت حدود قوانین کے حادثہ کے سبب محض ۹ ممبران پر ہی اکتفا کررہی ہے، جبکہ ممبران کی کل تعداد ۲۰ تک ہے۔

کونسل کی تازہ سفارشات کا متن

۱۵ر نومبر بروز ہفتہ کو کونسل نے بعض عائلی مسائل پر چند نئی سفارشات منظور کی ہیں جن کے بارے میں ملک بھر کے دینی وعوامی حلقوں نے شدید احتجاج کیا ہے۔ پہلے وہ سفارشات

www.KitaboSunnat.com

ملاحظہ فرمائیں، پھر علماے پاکستان کا احتجاج اور آخر میں ان سفارشات پر ہمارا تبصرہ۔ یاد رہے کہ درج ذیل سفارشات کا متن اسلامی نظریاتی کونسل کی آفیشل ویب سائٹ سے ماخوذ ہے، اور اُردو ترجمہ بھی کونسل کا ہی جاری کردہ ہے:

① یہ قانون بنا دیا جائے کہ بیوی اگر کبھی تحریری طور پر طلاق کا مطالبہ کرے گی، تو شوہر ۹۰ دن کے اندر اُسے طلاق دینے کا پابند ہوگا۔ وہ اگر ایسا نہیں کرے گا تو یہ مدت گزر جانے کے بعد طلاق واقع ہو جائے گی، اِلا یہ کہ بیوی اپنا مطالبہ واپس لے لے۔ اس کے بعد شوہر کے لیے رجوع کا حق نہیں ہوگا اور بیوی پابند ہوگی کہ مہر اور نان نفقہ کے علاوہ اگر کوئی اَموال واَملاک شوہر نے اسے دے رکھے ہیں اور اس موقعہ پر وہ اُنہیں واپس لینا چاہتا ہے، تو فصل نزاع کیلئے عدالت سے رجوع کرے یا اس کا مال اسے واپس کردے۔

② طلاق کے مؤثر ہو جانے کے بعد مطلقہ عورتیں اگر چاہیں تو عدالت شوہر کے معاشی حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کے لیے قرآن کے مطابق عطا کردہ حق متاع کی مقدار متعین کرنے کا حکم صادر کرسکتی ہے، جو یک مشت بھی ہوسکتی ہے اور ماہ بہ ماہ بھی، جب تک مطلقہ عورت کی اگلی شادی نہ ہو جائے۔

③ طلاق کی رجسٹریشن کے نظام کو مؤثر بنایا جائے اور اس کی رجسٹریشن بھی اسی طرح ہونی چاہیے جس طرح نکاح کی رجسٹریشن ہوتی ہے۔

④ مجوزہ طلاق نامہ فارم پر غور کرتے ہوئے کونسل نے فیصلہ کیا کہ اس مجوزہ فارم کے ساتھ ایک تعارفی پیراگراف بھی دیا جائے کہ طلاق کی رجسٹریشن نہ ہونے کی وجہ سے جو مفاسد پیدا ہو رہے ہیں، ان کی وجہ سے یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ نکاح نامہ کی طرز پر ایک طلاق نامہ فارم بھی تجویز کیا جائے۔

⑤ مہر عورت کا حق ہے، اسے کسی حالت میں بھی چھوڑا نہیں جاسکتا۔ تاہم عدالت اگر چاہے تو تحائف اور فوائد کے سلسلے میں مصالحت کرا سکتی ہے۔ کونسل نے عائلی عدالتوں کے قانون مجریہ ۱۹۶۴ء کی دفعہ ۱۰ کی ذیلی دفعہ ۴ میں لفظ حق مہر کو شادی کے عوض دیئے گئے تحائف اور فوائد سے تبدیل کرنے کی تجویز سے اتفاق کیا اور اسے قانون کا حصہ بنانے کی سفارش کی۔

www.KitaboSunnat.com

⑥ کونسل نے محرم کے بغیر خواتین کے سفر حج کے بارے میں فیصلہ دیا۔ دستورِ پاکستان اور دیگر ملکی قوانین کے تحت خواتین آزادی سے اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک سفر کرسکتی ہیں۔ اسپر کوئی قدغن نہیں ہے۔سعودی عرب کے قوانین کونسل کے دائرۂ اختیار میں نہیں آتے۔

⑦ خالص سائنسی طریقے سے مکہ مکرمہ کو مرکز بنا کر چاند کی ولادت کے لحاظ سے پوری دنیا کے لیے ایک ہجری کیلنڈر بنا دیا جائے اور تمام مذہبی تہوار اس کے مطابق منائے جائیں۔

⑧ کونسل نے ملک میں بڑھتی ہوئی دہشت گردی اور انتہا پسندانہ رجحانات کے پیش نظر ایک خصوصی رپورٹ شائع کرنے کا فیصلہ کیا جس کی روشنی میں حکومت کو دہشت گردی سے نمٹنے کے لیے سفارشات پیش کی جائیں گی۔ اس سلسلے میں کونسل نے اس بات پر بھی توجہ دی ہے کہ دہشت گردی کی صورت میں ایک عام آدمی کو کیا کرنا چاہیے؟

⑨ کونسل نے نادار اَقربا کی کفالت کے لیے قانون سازی کی سفارش کی اور اس کے لیے اپنے تیار کردہ 'آرڈیننس براے نادار اقربا' کے مسودے کو حکومت کے سامنے دوبارہ پیش کرنے کی سفارش کی۔کونسل نے نفاذِ شریعت کے حوالے سے کچھ رہنما اُصول منظور کیے ہیں جنہیں نفاذِ شریعت پر ہونے والی آئندہ کانفرنسوں میں علما کرام کے سامنے رکھا جائیگا۔

یہ تو تھا کونسل کے ۱۷۱ ویں اجلاس کی سفارشات کا مکمل متن جس کے اہم نکات کو روزنامہ 'جنگ' نے اگلے روز یعنی ۱۶ رنومبر ۲۰۰۸ء کو کونسل کے چیئرمین کی زبانی یوں رپورٹ کیا:

> ''شوہر کو تحریری طلاق کا مطالبہ کرنے والی بیوی کو ۹۰ روز کے اندر طلاق دینے کا قانونی پابند بنایا جائے۔ ایسا نہ کرنے کی صورت میں معینہ مدت کے بعد نکاح فسخ قرار پائے گا۔کونسل نے نکاح نامے کی طرح طلاق نامہ بھی تجویز کیا ہے اور حکومت سے کہا ہے کہ نکاح کی طرح طلاق کی رجسٹریشن بھی کی جائے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کا اجلاس ہفتے کو کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر خالد مسعود کی صدارت میں ہوا جس میں کونسل نے رؤیتِ ہلال کے مسئلے کو غیر متنازع بنانے کے حوالے سے تجویز کیا ہے کہ مکہ مکرمہ کو مرکز بنا کر تمام مذہبی تہوار اسی کے مطابق منائے جائیں۔ گزشتہ دنوں ڈاکٹر خالد مسعود نے صدرِ مملکت سے ملاقات میں کونسل کی سفارشات پر قانون سازی کی طرف توجہ مبذول کروائی تو اُنہوں نے پارلیمانی اُمور کے وفاقی وزیر ڈاکٹر بابر اعوان کی سربراہی میں کونسل کی رپورٹوں کے جائزے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دے دی

www.KitaboSunnat.com

ہے۔کونسل کے تمام اَراکین نے صدر کے اس اقدام کو سراہتے ہوئے اس اُمید کا اظہار کیا کہ اب کونسل کی سفارشات کو بہت جلد بحث کے لئے پیش کیا جاسکے گا۔''

پاکستان کے ممتاز و معتمد علماے کرام کا شدید احتجاج

① کونسل کی ان تجاویز کو اخبارات میں شائع ہوئے ابھی ہفتہ بھی نہیں گزرا کہ اس بارے میں ہر مکتبِ فکر کا شدید احتجاج سامنے آیا ہے۔ پاکستان کے جید اہل علم اور ممتاز دینی ادارے اِن کی مخالفت میں یک زبان ہیں۔ اِن سفارشات کے غلط ہونے میں کہیں دو رائے موجود نہیں اور اِنہیں شریعت میں کھلم کھلا تحریف قرار دیا جا رہا ہے، مثلاً:

''اسلامی نظریاتی کونسل کے **چیئرمین شریعت میں تحریف کی کوششوں سے باز رہیں**۔ ان خیالات کا اظہار 'عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت' اور 'جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن' کے رہنماؤں نے کراچی دفتر میں منعقدہ ایک اجلاس میں کیا۔ 'عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت' کے نائب امیر اور جامعہ علوم اسلامیہ کے رئیس ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، نائب مدیر سید سلیمان یوسف بنوری، عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت کراچی کے امیر مولانا سعید احمد جلال پوری، مولانا امداد اللہ اور مفتی عبدالمجید دین پوری نے اجلاس میں موجود شرکا سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین خالد مسعود دین و شریعت اور منصوصاتِ اسلام میں تحریف و تنسیخ سے باز رہیں۔ اُنہوں نے مزید کہا کہ شریعت اور احکامِ شریعت آج سے ۱۴ سو سال قبل آنحضرت ﷺ نے مقرر فرما دیئے ہیں جو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے مشعل راہ ہیں۔

اُنہوں نے کہا کہ اسلام اور شریعت میں ہر دور اور طبقے کے لئے احکامات موجود ہیں، اس میں کسی قسم کی ترمیم و تنسیخ کا مشورہ دینا مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کے مترادف ہے۔

اُنہوں نے حکومت سے پرزور مطالبہ کیا کہ مغرب زدہ ان نام نہاد اسکالروں کو اس اہم منصب سے برطرف کیا جائے اور ان کی جگہ مستند علماے کرام کو اس منصب پر فائز کیا جائے۔ اجلاس سے متعدد اہل علم اور دینی شخصیات نے خطاب کرتے ہوئے اس سے ملتے جلتے خیالات کا اظہار کیا۔'' (روزنامہ 'جنگ': ۲۰/نومبر)

② کونسل کی ان سفارشات کے بعد مختلف اہل علم حضرات کا مطالبہ متفقہ طور پر سامنے آیا ہے کہ نظریاتی کونسل کی تشکیلِ جدید کی جائے، وگرنہ ملکی سطح پر احتجاجی تحریک چلائی جائے گی۔ موجودہ اَراکین اس قابل نہیں ہیں کہ وہ اسلام کی ترجمانی کا اہم فریضہ انجام دے سکیں۔ ان

www.KitaboSunnat.com

سفارشات کے بعد بے چینی اس قدر پھیل گئی کہ 'جیو ٹی وی چینل' نے اپنے پروگرام 'عالم آن لائن' میں ملک بھر کے ممتاز علما کو مدعو کرکے ان سے مختلف سوالات کیے، جن کے جواب میں

''ممتاز عالم دین اور 'مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی' پاکستان کے چیئرمین پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن نے صدرِ مملکت آصف علی زرداری کو متنبہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ حکومت نے اگر اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو اہمیت دیتے ہوئے اُنہیں **نافذ کرنے کی کوشش کی تو علما پورے ملک میں بھرپور تحریک چلائیں گے اور شریعت کے تحفظ کے لئے ہر آئینی، قانونی اور اخلاقی اِقدام بلاکسی تامل اُٹھائیں گے۔** جیو کے معروف پروگرام 'عالم آن لائن' میں اسلامی نظریاتی کونسل کی متنازعہ سفارشات پر ممتاز اسکالر ڈاکٹر عامر لیاقت حسین کے مختلف سوالات کے جوابات دیتے ہوئے اُنہوں نے مطالبہ کیا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کو فی الفور تحلیل کیا جائے اور اسلام کو سمجھنے اور اس کی تعلیم دینے والوں کو اس اہم آئینی ادارے کا رکن بنایا جائے۔

اُنہوں نے زور دیکر کہا کہ موجودہ اسلامی نظریاتی کونسل دراصل پرویز مشرف کا لگایا ہوا پودا ہے اور اس کی سفارشات سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ ایک متوازی شریعت قائم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور اگر حکومت نے بروقت اس کا توڑ نہ کیا تو باجوڑ اور مالاکنڈ میں اُٹھنے والی لہر پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔

'جامعہ بنوریہ العالمی' کے مہتمم اور ممتاز عالم دین مفتی محمد نعیم نے کہا کہ اسلامی امور میں پی ایچ ڈی کرنے والے ہر شخص کے بارے میں یہ تصور کرلینا کہ وہ اسلامی اُمور کا بھی ماہر ہے، صریحاً غلط ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اسلامی نظریاتی کونسل میں شامل تمام افراد نا اَہل ہیں جن کا کام صرف تنخواہیں لینا اور مراعات حاصل کرنا ہے، اُنہیں نہ دین کی سمجھ ہے، نہ دنیا کی۔

جمعیت علماے اسلام کے رہنما مولانا اسعد تھانوی نے اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو براہِ راست شریعت سے متصادم قرار دیتے ہوئے اسے ایک انتہائی غیر معقول اقدام قرار دیا۔

'جمعیت اہل حدیث پاکستان' کے سربراہ پروفیسر ساجد میر نے کہا کہ مجھ سے اسلامی نظریاتی کونسل کے ایک رکن نے کہا کہ ہم نے ایسی کوئی سفارشات پیش نہیں کی ہیں اور میڈیا والے یونہی بات کا بتنگڑ بنادیتے ہیں لیکن وہیں پر موجود اسلامی نظریاتی کونسل میں کام کرنے والی ایک اہم شخصیت نے کہا کہ موصوف جھوٹ بول رہے ہیں، یہ سارا کیا دھرا اِن ہی کا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ میں کسی کا نام نہیں لینا چاہتا مگر جب اَراکین ہی اتنے جھوٹے ہوں تو

www.KitaboSunnat.com

سفارشات کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل کے مستعفی رکن اور مقامی ہسپتال میں زیر علاج حاجی محمد حنیف طیب نے ٹیلیفون پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ میں نے استعفیٰ ہی دراصل اسی لئے دیا تھا کیونکہ اسلامی نظریاتی کونسل کا ایجنڈا نیک نہیں تھا اور میرے ساتھ موجودہ وفاقی وزیر حامد سعید کاظمی کے بڑے بھائی مظہر سعید کاظمی بھی ان ہی وجوہات کی بنا پر مستعفی ہوئے تھے۔

پروگرام کے میزبان ڈاکٹر عامر لیاقت حسین نے پروگرام کے دوران کئی مرتبہ اسلامی نظریاتی کونسل کا موقف جاننے کی کوشش کی، تاہم چیئرمین کے سیکرٹری نے یہ کہہ کر بات کرانے سے انکار کردیا کہ وہ اس موضوع پر کوئی بات نہیں کرنا چاہتے، ان کا کام سفارشات پیش کرنا تھا اب یہ پارلیمنٹ کا کام ہے کہ وہ اسے منظور کرے یا ردّ، وہ فی الحال کوئی تبصرہ نہیں کرسکتے۔ اس موقع پر بعض دیگر اَراکین سے بھی رابطے کی کوشش کی گئی، تاہم کوئی بھی ان سفارشات کا دفاع کرنے کے لئے تیار نہیں ہوا۔'' (روزنامہ جنگ: ۲۰/نومبر)

③ جماعتِ اسلامی پاکستان نے ان سفارشات پر اپنا ردِّعمل ان الفاظ میں پیش کیا:

''ممتاز دینی وسیاسی رہنماؤں نے اسلامی نظریاتی کونسل کی جاری کردہ سفارشات کو شرعی احکام کی خلاف ورزی قرار دیتے ہوئے اسے ردّ کردیا ہے اور کہا ہے کہ نکاح اور طلاق کے احکام اور قواعد وضوابط طے شدہ ہیں، **اُنہیں مغربی تہذیب اور کلچر کو رواج دینے کے لیے ختم یا ان میں مجوزہ قسم کی ترامیم کرنے کا اختیار کسی کو حاصل نہیں ہے۔ موجودہ اسلامی نظریاتی کونسل اپنے مینڈیٹ سے تجاوز کرتے ہوئے شرعی احکام میں ترمیم کررہی ہے۔** امیر جماعتِ اسلامی پاکستان قاضی حسین احمد، نائب امیر جماعتِ اسلامی پاکستان چوہدری محمد اسلم سلیمی ایڈووکیٹ، اسد اللہ بھٹو امیر جماعتِ اسلامی سندھ، حافظ محمد ادریس ڈائریکٹر ادارہ معارفِ اسلامی لاہور، شیخ القرآن والحدیث مولانا عبدالمالک صدر جمعیت اتحاد العلما پاکستان، مولانا عبدالجلیل نقشبندی صدر جمعیت اتحاد العلما پنجاب، مولانا عبدالرؤف صدر جمعیت اتحاد العلما کراچی، شیخ الحدیث آغا محمد منصورہ سندھ، مولانا سید محمود فاروقی اور شیخ الحدیث دارالسلام گزری نے اپنے ایک مشترکہ بیان میں کہا کہ عورت کی تحریری درخواست پر اس کے کیس کی سماعت ہوسکتی ہے اور عدالت شرعی احکام کی روشنی میں فیصلہ کرسکتی ہے لیکن ایسی قانون سازی نہیں کی جاسکتی جس میں محض عورت کی تحریری درخواست پر شوہر کو طلاق کا پابند کردیا جائے اور اس کے لیے

www.KitaboSunnat.com

مدت مقرر کر دی جائے۔ عورت مظلوم ہو، طلاق کی حقدار ہو تو عدالت ہر کیس کی نوعیت کو دیکھ کر فیصلہ دے گی۔ شوہر ظالم نہ ہو، عورت کے حقوق ادا کرتا ہو تو عورت کی درخواست خارج کر دی جائے گی اور مصالحت کرائی جائے گی۔ اسی طرح طلاق کی رجسٹریشن بھی غیر شرعی ہے، زبانی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ قرآن وسنت اور اجماعِ اُمت اس پر گواہ ہے۔ آج تک زبانی طلاق ہی نافذ ہوتی رہی ہے۔ محرم یا عورتوں کی جماعت کا تحفظ سفر کے لیے ضروری ہے۔ اگر دستورِ پاکستان نے کوئی پابندی عائد نہیں کی تو یہ ایک خلا ہے۔ اس خلا کو حجت بنا کر شرعی حکم کو ختم نہیں کیا جاسکتا بلکہ خلا کو شریعت کے مطابق پر کیا جائے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی ان سفارشات کو ہم مسترد کرتے ہیں اور اس پر شدید احتجاج کرتے ہیں۔'' (۱۶ر نومبر)

④ ملک کی معروف دینی درسگاہ دار العلوم کراچی نے ان سفارشات پر اپنا موقف پیش کرتے ہوئے قرار دیا:

''جامعہ دار العلوم کراچی کے صدر مفتی رفیع عثمانی، نائب صدر مفتی تقی عثمانی، مفتی محمود اشرف، مفتی عزیز الرحمٰن اور مفتی عبدالرؤف سکھروی نے اپنے مشترکہ بیان میں مطالبہ کیا ہے کہ دستور کے تقاضوں کے مطابق معتمد علماے دین پر مشتمل نئی اسلامی نظریاتی کونسل تشکیل دی جائے اور اُمت کو انتشار سے بچانے اور فتنے سے محفوظ رکھا جائے۔ اُنہوں نے کہا کہ اسلامی نظریاتی کونسل نے جبری طلاق اور بغیر محرم کے حج کرنے سے متعلق **جو سفارشات پیش کی ہیں وہ علم دین سے واقفیت رکھنے والے ہر شخص کے لئے حیرتناک، قابل مذمت اور فتنہ انگیز ہیں۔** اسلامی نظریاتی کونسل کی موجودہ ہیئت نہ دستور کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے اور نہ ہی اس کو عوام اور اہل علم کا اعتماد حاصل ہے۔ سابق صدر پرویز مشرف نے اپنی نام نہاد روشن خیالی کے نام پر اس کی تشکیل دی تھی اور اس وقت ارکان کی تعداد کے لحاظ سے بھی وہ نامکمل ہے اور مستند ومعتمد علماے دین میں سے کوئی بھی اس کی رکنیت میں شامل نہیں ہے۔'' (روز نامہ جنگ: ۲۱ر نومبر)

⑤ کونسل کی مذکورہ بالا سفارشات آنے کے بعد مختلف علماے کرام اور دینی تنظیموں نے اس سے ملتے جلتے خیالات کا اظہار کیا، قومی اخبارات احتجاج سے بھرے پڑے ہیں۔ علما کے اس شدید احتجاج کی تائید کرتے ہوئے وفاقی وزیر مذہبی اُمور نے بھی اطمینان دلایا اور یہ قرار دیا کہ کونسل کی ان سفارشات کی موجودہ حالت میں کبھی توثیق نہیں کی جائے گی:

''حکومت اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر نظرثانی کرائے گی جو ایک نامکمل کونسل نے

www.KitaboSunnat.com

جاری کی ہیں، موجودہ کونسل میں ۸/ارکان ہیں جبکہ اس کی کل تعداد ۲۰ ہے۔ تمام مکاتبِ فکر کے ممتاز علما کو شامل کرنے کے بعد سفارشات پر نظر ثانی کی جائے گی۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی حالیہ سفارشات کی موجودہ حالت میں توثیق نہیں کی جائے گی۔ وفاقی وزیر مذہبی اُمور علامہ حامد سعید کاظمی نے یہ یقین دہانی منگل کے روز قومی اسمبلی میں نکتہ اعتراض پر جواب دیتے ہوئے کرائی ہے۔ قبل ازیں اپوزیشن کی طرف سے صاحبزادہ فضل کریم نے نکتہ اعتراض پر معاملہ اُٹھایا تھا۔ اُنہوں نے اسلامی نظریاتی کونسل کی طرف سے حال ہی میں جاری کی گئی سفارشات کو غیر شرعی قرار دیا اور کہا کہ یہ سفارشات موجودہ حکومت کے خلاف سازش ہے۔

حکومت کی طرف سے وفاقی وزیر مذہبی اُمور غلام حامد سعید کاظمی نے ایوان میں جواب دیتے ہوئے کہا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات باضابطہ طور پر اِرسال نہیں کی گئی ہیں، اسلامی نظریاتی کونسل کے ارکان کی کل تعداد ۲۰ ہے، سابق حکومت نے ۸/ارکان سے ہی کام چلایا ہے، ہماری حکومت باقی ارکان کی نامزدگی کرے گی جس میں ممتاز علما کرام شامل ہوں گے جن کا تمام مکتبہ ہائے فکر سے تعلق ہوگا، اس کے بعد ان سفارشات پر نظر ثانی کی جائے گی۔ تب قانون سازی کا مرحلہ آئے گا، ان سفارشات کی موجودہ حالت میں توثیق نہیں کی جائے گی۔

وفاقی وزیر قانون فاروق نائیک نے موقف اختیار کیا کہ سفارشات وزارت کو موصول نہیں ہوئی ہیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر علما کرام نے جو تحفظات کا اظہار کیا ہے، وہ جلد بازی میں کیا جا رہا ہے، کونسل کی سفارشات پر قانون سازی قومی اسمبلی کا معاملہ ہے۔ جب سفارشات ایوان میں پیش کی جائیں گی تب ارکانِ اسمبلی اس میں ترامیم پیش کرسکتے ہیں۔ اُنہوں نے یقین دہانی کرائی کہ خلافِ اسلام کوئی قانون سازی نہیں ہوگی۔ وفاقی وزیر پارلیمانی اُمور ڈاکٹر بابر اعوان نے کہا کہ پیپلز پارٹی نے ایسی کوئی سفارشات تیار نہیں کرائی ہیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے سفارشات تیار کرکے ایوانِ صدر بھجوائی ہے جس کا جائزہ لینے کے لئے کمیٹی بنائی گئی ہے جس کی سربراہی ان کے پاس ہے۔ ادھر ایک بیان کے مطابق مرکزی جمعیت علماے پاکستان کے مرکزی صدر فضل کریم نے کہا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین نے اسلامی اُصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مرکزی حکومت کو جو سفارشات عورت کے طلاق کے سلسلے میں پیش کیں وہ غیر شرعی ہیں اور عوامِ اہلسنّت، ارکانِ مرکزی جمعیت علماے پاکستان مذکورہ چیئرمین کے خلاف قانونی اور سیاسی اقدامات کرنے کا حق محفوظ رکھتے ہیں۔'' (روزنامہ جنگ: ۱۹/نومبر)

www.KitaboSunnat.com

علماے کرام کے احتجاج کی وضاحت

علما کے اس شدید احتجاج کے جواب میں کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر خالد مسعود کو بھی دفاعی انداز اختیار کرتے ہی بنی اور اُنہوں نے یہ جواز پیش کیا کہ اُنہوں نے قانون سازی کے لئے پارلیمنٹ کو صرف سفارشات دی ہیں، کوئی فتویٰ جاری نہیں کیا، البتہ اپنے موقف کی تائید میں اُنہوں نے دلائل دیتے ہوئے کہا کہ

''نئی سفارشات کا مقصد عورت کو طلاق کا حق دینا نہیں بلکہ خلع کے قانون کو آسان بنانا اور طلاق کی رجسٹریشن کو لازمی بنا کر کئی قانونی پیچیدگیوں سے بچنا ہے۔ ان خیالات کا اظہار اُنہوں نے گزشتہ روز 'آن لائن' کو دیئے گئے خصوصی انٹرویو میں کیا۔ چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل نے کہا کہ کونسل نے ڈیڑھ سال کی تحقیق اور تمام ممالک کے اسلامی قوانین کا جائزہ لینے کے بعد طلاق کی رجسٹریشن اور عورت کی طرف سے طلاق کے تحریری مطالبے پر تین ماہ میں خود بخود طلاق واقع ہو جانے کے لئے قانون کی سفارش کی ہے۔ اس سلسلے میں کونسل کے نو ممبران میں سے آٹھ نے اس کی حمایت کی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ ان سفارشات کا مقصد عورت کو طلاق کا حق دینا نہیں بلکہ خلع کے قانون کو آسان بنانا اور طلاق کی رجسٹریشن کو لازمی بنا کر کئی قانونی پیچیدگیوں سے بچنا ہے۔ ڈاکٹر خالد مسعود نے کہا کہ ان سفارشات کے بعد کچھ علما کرام اور مذہبی تنظیموں کی طرف سے میری ذات اور کونسل کے خلاف تنقید کا ایک طوفان اُٹھایا جا رہا ہے۔ کونسل نے اپنے اختیارات سے تجاوز نہیں کیا بلکہ اپنی آئینی حدود میں رہتے ہوئے مکمل تحقیق کے بعد طلاق جیسے حساس مسئلے پر حکومت کو قانون سازی کے لئے سفارشات پیش کی ہیں، کوئی فتویٰ جاری نہیں کیا۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین نے کہا کہ اسلام نے عورتوں کو مکمل حقوق فراہم کئے ہیں اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تو اسے علیحدگی اختیار کرنے اور طلاق لینے کا حق حاصل ہے۔ اگر عورت اپنا مہر چھوڑ دے یا اس سے کچھ کم یا زیادہ مال شوہر کو دے کر طلاق طلب کرے تو شوہر طلاق دینے کا پابند ہے جبکہ طلاق کو رجسٹر کرنے سے کئی قانونی پیچیدگیوں سے بچا جا سکتا ہے۔'' (جنگ: ۲۱/نومبر)

معاملہ کی شدت کو محسوس کرتے ہوئے ۲۵/نومبر بروز پیر کو حکومت نے اس سلسلے میں ایک اہم اجلاس طلب کیا جس میں وفاقی وزیر قانون نے کہا کہ اسلام میں عورت کو طلاق کا حق حاصل ہے، لیکن ہم کونسل کی سفارشات کا سنجیدگی سے جائزہ لیں گے:

www.KitaboSunnat.com

''حکومت ملک میں خواتین کے تحفظ، بچوں کی کفالت اور ان کی حفاظت سمیت خواتین کے حقوق کی بہتری کے لئے قانون سازی کرنا چاہتی ہے لیکن یہ تمام قانون سازی قرآن وسنت کے مطابق اور اس کے دائرہ کے اندر ہوگی اور جہاں ضرورت پڑے گی، ہم دیگر علماے کرام سے بھی مشاورت کریں گے۔ پیر کو وزارتِ قانون وانصاف میں منعقدہ اجلاس کے بعد صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے وزیر قانون نے کہا کہ اسلامی نظریاتی کونسل سے طلاق اور دیگر سفارشات کی تفصیل طلب کی ہے تاکہ آئین کے تحت ان کا جائزہ لیا جاسکے۔ اُنہوں نے کہا کہ مسلم پرسنل لا کے حوالہ سے غور کیا گیا اور اس میں طلاق، نان نفقہ اور بچے کی تحویل سے متعلقہ اُمور پر گفتگو ہوئی۔

آئین کی شق ۲۲۷ کے تحت لازم ہے کہ تمام قوانین کو اس دستوری شق کے تحت دیکھا جائے کیونکہ قرآن وسنت سے متصادم کوئی قانون ملک میں نہیں بن سکتا۔ طلاق کے مؤثر ہونے کے موضوع پر خاصا تبادلہ خیال ہوا۔ اِجلاس میں اس سوال پر بھی غور ہوا کہ طلاق کے بعد کیا عورت کا شوہر کی جائیداد میں حق ہوسکتا ہے یا نہیں؟ طلاق کے بعد بچوں کو نان نفقہ دینے کا معاملہ بھی زیر غور آیا۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر خالد مسعود نے اجلاس کو بتایا کہ آئندہ اجلاس میں قرآن وسنت کے تحت تجاویز پیش کریں گے۔

اسلامی نظریاتی کونسل کے فیصلوں کی پارلیمان پر پابندی کے حوالہ سے سوال پر وفاقی وزیر قانون نے کہا کہ آئین کے آرٹیکل ۲۳۰ کے تحت اسلامی نظریاتی کونسل کے کام کے حوالہ سے صراحت موجود ہے۔ آئین کے تحت اسلامی نظریاتی کونسل کے کم از کم ارکان کی تعداد ۸ اور زیادہ سے زیادہ ۲۰ ہے، اس وقت کونسل کے ارکان کی تعداد ۱۰ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کونسل کی تشکیل درست ہے۔ کونسل کا کام سفارشات مرتب کرنا اور یہ جائزہ لینا ہے کہ قوانین قرآن وسنت کے منافی تو نہیں۔ یہ سفارشات تجویز کی حد تک ہیں، رپورٹ پارلیمان میں پیش کی جاتی ہے جس پر پارلیمان کو ۲ سال کی مدت میں قانون سازی کرنا ہوتی ہے۔ ایک سوال پر اُنہوں نے کہا کہ عورت مرد سے علیحدگی (خلع) مانگ سکتی ہے۔ ایک خاتون کو ویسٹ پاکستان فیملی کورٹ ایکٹ ۱۹۶۴ء کے تحت فیملی عدالت میں درخواست دینا ہوتی ہے جس کے تحت عدالت اللہ تعالیٰ کی مقررہ حدود کے اندر خاتون کے مرد کے ساتھ گزر اوقات نہ ہونے کی صورت میں اسے خلع /طلاق کی اجازت دیتی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

اسلام نے واضح طور پر عورت کو طلاق کا حق دے رکھا ہے جسے طلاقِ تفویض قرار دیا جاتا ہے، نکاح نامے کے اندر بھی یہ شق نمبر ۱۸ موجود ہوتی ہے جس کے تحت عورت کو مرد کی جانب سے طلاق کا حق دینے اور اس کی شرائط کا ذکر موجود ہے۔ اجلاس میں اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر خالد مسعود اور دیگر اعلیٰ حکام نے شرکت کی۔'' (۲۵/نومبر)

کونسل کی سفارشات کا شرعی جائزہ

کونسل کی سفارشات پیچھے گزر چکی ہیں، جن پر مختلف دینی رہنماؤں اور جماعتوں کا تبصرہ بھی آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ نظریاتی کونسل کی ان سفارشات کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس کے ایک جائزے سے قبل یہ واضح رہنا چاہئے کہ کونسل کی زیر نظر سفارشات مشہور منکرِ حدیث غلام احمد پرویز کے نظریات بالخصوص نظریۂ مرکزِ ملت سے متاثر ہونے کا نتیجہ ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ حکومتِ وقت کو شریعت میں ترمیم و تنسیخ کرنے کا حق حاصل ہے۔

☆ چنانچہ منکرِ حدیث غلام احمد پرویز کے نزدیک شریعت کی انوکھی تعریف ملاحظہ فرمائیے:

''اس قرآن کے اُصول محکم اساس پر مبنی ہیں جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ لیکن ان اُصولوں کی جزئیات مختلف حالات کے تقاضوں کے ساتھ اَدلتی بدلتی رہتی ہیں۔ ان بدلنے والی جزئیات کو 'شریعت' کہا جاتا ہے۔'' (طلوعِ اسلام: اکتوبر ۱۹۵۰ء ص ۲۶)

''قرآن میں جہاں اللہ اور رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، اس سے مراد امامِ وقت یعنی مرکزِ ملت کی اطاعت ہے۔ جب تک رسول اللہ اُمت میں موجود تھے، ان کی اطاعت اللہ اور رسول کی اطاعت تھی، اور آپ کے بعد آپ کے زندہ جانشینوں (مسلم حکمرانوں) کی اطاعت اللہ اور رسول کی اطاعت ہوگی۔'' ('مقامِ حدیث': ص ۱۳۰)

☆ طلوع اسلام کے ایک رکن ڈاکٹر عبدالودود 'مرکزِ ملت' کی تفسیر یوں کرتے ہیں:

''رسول کی زندگی کے بعد فیکم رسول سے مراد ملت کی مرکزی اتھارٹی ہے جو رسول کا فریضہ یعنی امر بالمعروف اور نہی عن منکر ادا کرتی ہے۔ اور یہ کہ رسول کے بعد صرف مرکزِ ملت کو یہ حق حاصل ہے کہ دینی اُمور میں فیصلہ کرے۔'' (طلوع اسلام: جون ۱۹۵۹ء)

☆ مزید واضح الفاظ میں پرویز صاحب فرماتے ہیں:

''غور فرمائیے کہ دنیا میں کوئی نظامِ حکومت کیا اس طرح سے قائم بھی رہ سکتا ہے کہ جس میں یہ

حالت ہو کہ حکومت ایک قانون نافذ کرے اور جس کا جی چاہے، اس کی مخالفت میں کھڑا ہو جائے اور قرآن وحدیث کی کتابیں بغل میں داب کر مناظرہ کا چیلنج دے دے۔ اس آیت مقدسہ کا مفہوم بالکل واضح ہے جس میں اللہ اور رسول سے مراد ہی مرکزِ ملت ہے، اور اولی الامر سے مفہوم افسرانِ ماتحت۔ اس سے مطلب یہ ہے اگر کسی مقامی افسر سے کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو بجائے اس کے کہ وہیں مناقشات شروع کر دو، امر متنازع فیہ کو مرکزی حکومت کے سامنے پیش کرو۔ اسے مرکزی حکومت کی طرف ریفر کر دو۔ مرکز کا فیصلہ سب کے لئے واجب التسلیم ہوگا۔'' (معراجِ انسانیت: ص ۶۲۵،۶۲۶)

طلوعِ اسلام کو حکومتِ وقت کو یہ اختیار دینا سراسر غلط ہے اور اس کا مقصد حکومت وقت کو شریعت سازی کا اختیار دینا ہے جو قرآنِ کریم کی رو سے صریحاً حرام ہے:

﴿اِتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ﴾ (الاعراف:۳)

''اپنے ربّ کی طرف سے نازل کردہ وحی کی ہی پیروی کرو اور اس کے ماسوا دیگر ذمہ داروں کی اتباع مت کرو۔''

اس آیتِ کریمہ کی رو سے مسلمانوں کو صرف ما اُنزل 'یعنی وحی الٰہی کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے اور یہی بات دیگر تین آیات میں بھی کہی گئی ہے کہ مسلمانوں کو ما أنزل اللہ کے علاوہ اپنے معاملات کا فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے۔ اور جو ایسا کرے وہ ظالم، کافر اور فاسق ہے۔ (المائدۃ:۴۴)

اس فکری اشتراک اور بنیاد کی طرف اتنا اشارہ کرنا ہی کافی ہوگا کیونکہ مزید تفصیلات اور اس نظریہ کی تردید مستقل مضمون کی متقاضی ہے۔ سر دست اس غلط بنیاد کو ذہن میں رکھتے ہوئے قرآن وسنت کی روشنی میں ان سفارشات کا ایک جائزہ ملاحظہ فرمائیں:

سفارش ❶: یہ قانون بنا دیا جائے کہ بیوی اگر کبھی تحریری طور پر طلاق کا مطالبہ کرے گی، تو شوہر ۹۰ دن کے اندر اُسے طلاق دینے کا پابند ہوگا۔ وہ اگر ایسا نہیں کرے گا تو یہ مدت گزر جانے کے بعد طلاق واقع ہو جائے گی، اِلا یہ کہ بیوی اپنا مطالبہ واپس لے لے۔ اس کے بعد شوہر کے لیے رجوع کا حق نہیں ہوگا اور بیوی پابند ہوگی کہ مہر اور نان نفقہ کے علاوہ اگر کوئی اَموال واملاک شوہر نے اسے دے رکھے ہیں اور اس موقعہ پر وہ اُنہیں واپس لینا چاہتا ہے، تو فصل نزاع کے لئے عدالت سے رجوع کرے یا اس کا مال اُسے واپس کر دے۔

www.KitaboSunnat.com

جائزہ: اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارش بڑی انوکھی اور مغرب کے نظریۂ مساواتِ مرد وزَن پر ایمان لانے کا نتیجہ ہے۔ یہاں عورت کو بھی اسی طرح طلاق کا حق دیا جارہا ہے جیسے یہ حق مرد کو حاصل ہے۔ حالانکہ یہ نظریہ قرآن کریم کے صریح خلاف ہے، آیتِ کریمہ ہے:

﴿أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ (البقرۃ:۲۳۷)

''یا وہ شخص معاف کردے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔''

◉ آیتِ کریمہ میں شوہر کو عقدِ نکاح کا مالک قرار دیا گیا ہے، اور سنن دارقطنی میں بھی واضح الفاظ میں نبی کریمؐ کا یہ فرمان موجود ہے کہ «ولي عقدة النكاح: الزوج» (۲۸۰/۳)

''عقدِ نکاح کا ذمہ دار/ مالک شوہر ہے۔''

◉ اسی طرح قاضی شریحؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے مجھ سے پوچھا کہ بيده عقدة النكاح سے کون مراد ہے؟ میں نے کہا کہ لڑکی کا ولی۔ تو حضرت علیؓ نے جواب دیا: نہیں بلکہ اس سے مراد شوہر ہے: ''لا بل هو الزوج'' (سنن دارقطنی:۳۷۵۷)

◉ اسلام کا یہ مسلمہ نظریہ ہے کہ نکاح میں مرد کو عورتوں پر انتظامی برتری دی گئی ہے، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے کہ ''مرد عورتوں پر نگران ہیں، اس بنا پر کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو فضیلت دی ہے اور مرد ان کی کفالت کرتے ہیں۔'' (النساء:۳۴)

◉ اور آیاتِ طلاق کے سیاق میں بھی قرآنِ کریم نے اس امر کی صراحت کردی ہے کہ

﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَّاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ (البقرۃ:۲۲۸)

''اور مردوں کو عورتوں پر یک گونہ درجہ حاصل ہے اور اللہ غالب وحکمت والا ہے۔''

مردوں کی یہ اَزدواجی برتری ان کی جسمانی ساخت اور زندگی میں ان کے فرائض سے متعلق ہے، یہی وجہ ہے کہ مرد کو تو بیک وقت چار شادیوں کی اجازت ہے لیکن مساواتِ مرد وزن کے قائل بھی یہ مساوات قائم کرنے کے داعی نہیں ہوسکتے کہ عورت کو بھی مرد کی طرح بیک وقت چار شوہر رکھنے کی اجازت ہونی چاہئے یا یہ کہ مساوات کی بنا پر شریعت میں اس کی گنجائش پیدا کی جائے۔

اس اساسی تصور کے بعد نظریاتی کونسل کی مذکورہ بالا سفارش جہاں مرد وعورت کو طلاق میں غیر شرعی مساوات دینے کی کوشش پر مبنی ہے، وہاں مذکورہ بالا سفارش شریعتِ اسلامیہ سے ایک

www.KitaboSunnat.com

استہزا اور کھلواڑ کے بھی مترادف ہے۔ شریعتِ اسلامیہ میں مرد وزَن کا ازدواجی تعلق صرف نکاح کے ذریعے ہوتا ہے اور جدائی طلاق، لعان یا خلع کے ذریعے جن کے مسلمہ اُصول شریعت میں واضح کردیے گئے ہیں۔ جبکہ زیر نظر سفارش میں نہ تو خلع کے اُصول پیش نظر رکھے گئے ہیں اور نہ ہی طلاق کے، اس بنا پر یہ واضح ہی نہیں ہوسکتا کہ یہ خلع ہے یا طلاق؟ چنانچہ

- اگر اس تجویز کو طلاق قرار دیا جائے تو اس میں شوہر کو طلاق دینے کا پابند کرنے کی کیا توجیہ کی جائے جبکہ طلاق تو شوہر اپنی مرضی سے دیتا ہے۔
- اگر اس کو خُلع سمجھا جائے تو خلع میں بیوی کو حق مہر سے دستبردار ہونا پڑتا ہے، جبکہ یہاں بیوی کا حق مہر اس کے لئے ہی برقرار رکھنے کی تجویز پیش کی گئی ہے۔

طلاق کی مذکورہ بالا تجویز عجیب وغریب ہے جو نامعلوم کس شریعت سے ماخوذ ہے۔ یہ نہ تو خلع ہے اور نہ ہی طلاق۔ اس کا تو یہ نتیجہ نکلے گا کہ

> اگر کوئی شخص چند ماہ کے بعد اپنی بیوی کو کسی دوسرے مرد کے ساتھ گھومتا پھرتا پائے تو اس کی بیوی یہ کہہ سکتی ہے کہ کیا میں نے فلاں تاریخ کو تمہیں طلاق کا نوٹس نہیں دیا تھا جس کے ۹۰ دن بعد از خود طلاق واقع ہوگئی تھی اور اس کے بعد میں نے اس شخص سے شادی رچالی ہے۔
> کونسل کی اس سفارش کی موجودگی میں شوہر اپنا سا منہ لے کر رہ جائے گا۔

اس بنا پر بعض اہل علم کا یہ کہنا درست ہے کہ اس تجویز کے ذریعے شوہر کو طلاق پر مجبور کیا جارہا ہے اور عقدِ نکاح کو اس کے ہاتھ سے نکال کر بیوی کے ہاتھ میں بھی تھمایا جارہا ہے جو قرآن کے الفاظ سے براہِ راست متصادم ہے۔

❀ یہاں یہ نکتہ واضح رہنا چاہئے کہ نکاح وطلاق اور رشتہ داریوں کے معاملے دراصل براہِ راست حقوق اللہ میں سے ہیں جیسا کہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع میں من جملہ دیگر ہدایات کے عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

«فاتقوا الله فِي النِساءِ فإنكم أخذتموهن بِأمانِ اللهِ واستحللتم فروجهن بِكَلِمةِ اللهِ» (صحیح مسلم: ۱۲۱۸)

"اپنی بیویوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، تم نے اللہ کی امان پر اُنہیں اپنے عقد میں لیا ہے، اور ان کی شرمگاہوں کو تم نے اللہ کے کلمہ کی بنا پر حلال کیا ہے۔ الخ"

www.KitaboSunnat.com

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح وطلاق اور رشتہ داریاں اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ خاص اُمور ہیں جن میں کسی قسم کی ترمیم شریعت سازی اور اللہ کے نظام میں دخل اندازی کے مترادف ہے۔

◉ اسی طرح قرآنِ کریم کی سورۃ الاحزاب میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رشتہ داریوں کا ایک نظام دیا ہے اور کسی کے بیٹا کہہ دینے سے کوئی دوسرے شخص کا حقیقی بیٹا نہیں بن جاتا:

﴿وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآئَكُمْ اَبْنَآئَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾

''اللہ تعالیٰ نے تمہارے منہ بولوں کو تمہارے بیٹے نہیں بنا دیا، یہ تو تمہارا محض اپنے منہ سے کہہ دینا ہے، حالانکہ اللہ ہی حق بات کہتا اور راہِ راست کی ہدایت دیتا ہے۔ ان منہ بولوں کو ان کے ماں باپ کے نام سے ہی پکارو، یہی اللہ کے ہاں زیادہ قرین انصاف ہے۔'' (الاحزاب:۴)

اس بنا پر نکاح وطلاق کے نظام میں دخل اندازی کرتے ہوئے کسی کو ۹۰ دن بعد طلاق کا پابند کر دینا ایسے ہی ہے جیسے کوئی عورت کسی شخص کی بیوی ہو اور اس کو خودساختہ قانون کے تحت اس کے حبالہ عقد سے خارج کر دیا جائے، جبکہ اللہ کے ہاں اسی شخص کی بیوی ہی ہے۔ یہ اللہ کے نظام میں مداخلت اور دین سے اِستہزا ہے جس پر اسلامی نظریاتی کونسل کو شرمسار ہونا چاہئے۔

سفارش ❷: ''طلاق کے مؤثر ہوجانے کے بعد مطلقہ عورتیں اگر چاہیں تو عدالت شوہر کے معاشی حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کے لیے قرآن کے مطابق عطا کردہ حق متاع کی مقدار متعین کرنے کا حکم صادر کرسکتی ہے، جو یک مشت بھی ہوسکتی ہے اور ماہ بہ ماہ بھی، جب تک مطلقہ عورت کی اگلی شادی نہ ہوجائے۔''

تبصرہ: کونسل کی یہ سفارش مغربی نظریات سے متاثر ہونے کا نتیجہ ہے۔ چند برس قبل ہندوستان میں یہی مسئلہ شاہ بانو کیس کی صورت میں اُٹھا تھا جس میں ہندوستان کی ایک اعلیٰ عدالت نے یہ قرار دیا تھا کہ جب تک مطلقہ عورت آگے شادی نہ کرلے، اس وقت تک اس کے سابقہ شوہر کو اس کی حیثیت کے مطابق نان نفقہ دینے کا پابند کیا جائے۔ دلچسپ بات ہے کہ جو نکتہ ایک ہندو ملک کی عدالت کو سوجھا تھا، پاکستان کی اسلامی نظریاتی کونسل نے اسے قرآنِ کریم کی بھی منشا قرار دے لیا جب کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے اس فیصلہ کے خلاف اس قدر بھرپور تحریک چلائی کہ راجیو گاندھی کو بھارتی پارلیمنٹ سے اس قانون کو ختم کرانے کے

www.KitaboSunnat.com

سوا کوئی چارہ نہ رہا اور آخر کار یہ قانون بھارت سے ختم کر دیا گیا۔

اس سفارش کا مقصد بیوی کو شوہر کے مال میں شریک کرنا ہے، چنانچہ ارشاد احمد حقانی نے ۱۸ر نومبر کو روزنامہ جنگ میں اپنے کالم میں اس شق کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے کہ

''کونسل نے یہ سفارش کی ہے کہ خاوند پہلی شادی کی صورت میں اپنی جائیداد اور اثاثہ جات کی تمام تفصیل شادی کے وقت لکھ کر دینے کا پابند ہوگا۔ اگر وہ دوسری شادی کر رہا ہے تو اس میں پہلی بیوی اور اس کے بچوں کی تمام تفصیلات بھی درج کرے گا۔''

یہ تجویز مغربی ممالک کے قانونِ ازدواج سے متاثر ہو کر شامل کی گئی ہے، جیسا کہ برطانیہ کا مشہور قانون ہے کہ شوہر مطلقہ بیوی کو اپنی جائیداد میں سے نصف حصہ دینے کا پابند ہوگا، اور عدالت اس کا تعین شوہر و بیوی کے ذمہ دارانہ رویے اور دیگر متعدد وجوہ کی بنا پر کرے گی، مطلقہ کو ملنے والا یہ حصہ بعض صورتوں میں نصف سے زیادہ بھی ہوسکتا ہے۔

(دیکھئے برطانوی قانون Matrimonial Causes Act 1973 کی دفعہ ۲۵)

اسی قانون کی بنا پر چند برس قبل آغا خانی فرقہ کے روحانی پیشوا پرنس کریم آغا خاں نے، جو برطانوی شہریت رکھتا ہے، جب اپنی فرانسیسی بیوی کو طلاق دی تو اس کے ۲ بلین ڈالر کے اثاثہ جات میں سے ایک بلین ڈالر اس کی بیوی کو محض مطلقہ ہونے کی بنا پر حاصل ہوگئے۔ قابل توجہ امر ہے کہ ایک روحانی پیشوا کی جمع کردہ دولت جو دراصل اس کے بجائے، فرقے کے لوگوں کے نذرانوں اور عطیات وغیرہ پر مشتمل تھی، کس طرح ایک غیر مسلم عورت کے ہاتھ لگ گئی......!!

اسی سے ملتے جلتے اَزدواجی قوانین برطانیہ اور یورپ میں بعض سرکار نواز مسلم تنظیمیں 'مسلم میرج ایکٹ' کے نام حکومت سے پاس کروانے کے لئے کوشاں ہیں جس کے ذریعے وہ یہ ثابت کرنا چاہتی ہیں کہ مسلمان یورپ وغیرہ میں الگ تشخص کی بجائے یورپی اقوام میں گھل مل کر رہنا چاہتے ہیں۔

جہاں تک اس تجویز کے شرعی پہلو کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں قرآنِ کریم کی آیت اور مفسرین وفقہا کا موقف ملاحظہ فرمائیے، سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۲۳۶ کے الفاظ ہیں:

﴿فَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ﴾

''تم اُنہیں بوقتِ طلاق فائدہ پہنچاؤ، کشائش والا اپنی قدرت کے مطابق اور تنگ دست اپنی گنجائش کے مطابق، معروف طریقے سے فائدہ پہنچانا۔''

اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں اَزدواجی ناہمواریوں کا انجام باہمی نفرت وعداوت کی بجائے اس طرح ہونا چاہئے کہ مرد اپنی مطلقہ بیوی کو حسنِ سلوک اور مالی تحائف وغیرہ دے کر رخصت کرے کیونکہ اس سے عورت کو نفسیاتی تسکین حاصل ہوگی، آخر کار وہ اس مرد کی انتہائی قریبی شخصیت رہ چکی ہے اور اس کے بچوں کی ماں بھی ہے، تاکہ مستقبل میں دونوں کی باہمی رنجش ومخالفت سے اگلی نسل حتیٰ الامکان کم سے کم متاثر ہو۔

جہاں تک مطلقہ عورت کو ساز وسامان دینے کا تعلق ہے تو امام شافعیؒ وجمہور علماؒ کے بقول یہ محض مستحب امر ہے جس پر شوہر کو مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ امام شعبیؒ کہتے ہیں کہ اگر یہ ساز وسامان واجب ہوتا تو اس کی بنا پر عدالتیں لوگوں کو پابند کیا کرتیں، لیکن آج تک کسی عدالت نے اس بنا پر شوہر کو قید وغیرہ نہیں کیا۔ دراصل یہ ساز وسامان ایسی مطلقہ عورت کے حق میں تو ضروری ہے جس کو ہم بستری سے قبل طلاق دی گئی ہو جیسا کہ حضرت عمرؓ نے اس کو حق مہر کا متبادل قرار دیا ہے اور امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ ایسی صورت میں اگر باہم اتفاق نہ ہو تو نصف حق مہر ادا کرنا ہوگا، جیسا کہ اگلی آیت میں اس کی صراحت بھی آگئی ہے۔

الغرض شریعتِ اسلامیہ میں اس امر کو مستحب قرار دیا جاسکتا ہے کہ مطلقہ عورت کو خوش اُسلوبی اور تحائف وغیرہ کے ساتھ رخصت کیا جائے لیکن عدالتی سطح پر اس کو واجب قرار دینا شریعت سازی ہے اور مغرب نوازی ہے جس کا کوئی جواز نہیں بنتا۔

سفارش ۳: طلاق کی رجسٹریشن کے نظام کو مؤثر بنایا جائے اور اس کی رجسٹریشن بھی اسی طرح ہونی چاہیے جس طرح نکاح کی رجسٹریشن ہوتی ہے۔

اس سفارش کا مقصد یہ پیش کیا گیا ہے کہ اس طرح ایک مجلس کی تین طلاقوں میں کمی آئے گی، ہر طلاق علیحدہ رجسٹر ہونے کے بعد دوسری طلاق علیحدہ دی جائے گی۔ کونسل کی سفارش کا یہ پہلو اگرچہ درست ہے، لیکن یاد رہنا چاہئے کہ نکاح وطلاق کے منعقد ہونے کا انحصار ان کے شرعی

www.KitaboSunnat.com

تقاضوں کی تکمیل پر ہی موقوف ہے۔ جہاں شرعی تقاضے پورے ہوجائیں وہاں نکاح وطلاق واقع ہوجاتے ہیں، اس تجویز کی حیثیت مزید تلقین سے زیادہ نہیں اور نکاح وطلاق کو اس پر منحصر قرار دینا شرعی نظام میں اضافہ اور مداخلت ہے جس کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں۔

سفارش ❻: ''کونسل نے محرم کے بغیر خواتین کے سفرِحج کے بارے میں فیصلہ دیا۔ دستورِ پاکستان اور دیگر ملکی قوانین کے تحت خواتین آزادی سے اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک سفر کرسکتی ہیں، اسپر کوئی قدغن نہیں ہے۔ سعودی عرب کے قوانین کونسل کے دائرۂ اختیار میں نہیں آتے۔''

جائزہ: اس سفارش کے پس پردہ یہ گمراہ کن تصور موجود ہے کہ زمانہ کی ترقی کے باعث شریعت میں تبدیلی ہونی چاہئے اور حکومت کو اس امر کا اختیار ہونا چاہئے کہ وہ حالات کی رو رعایت سے شریعت میں ترمیم کرسکے۔ جبکہ دراصل شریعت کے اس حکم میں غایت درجہ حکمت موجود ہے، اس میں مردوں کو یہ ذمہ داری دی گئی ہے کہ دورانِ سفر کی صعوبتوں اور پریشانیوں سے نمٹنے کے لئے وہ اپنی خواتین کے ہمراہ موجود ہوں۔ اسلام میں زندگی کے کسی مرحلہ پر بھی نہ تو عورت پر اپنی مالی کفالت کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے اور نہ ہی اپنی حفاظت کی۔ بلکہ ہمیشہ سے یہ دونوں ذمہ داریاں ان کے انتہائی قریبی مرد حضرات کے ذمے ہیں، کیونکہ جب بھی عورت کو اپنی مالی ضروریات یا جسمانی تحفظ کے لئے کسی غیرمحرم مرد کا محتاج ہونا پڑے گا، ایسی صورت میں عورت کو خود استحصال اور حرص وہوس کا نشانہ بننا ہو گا۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے مذکورہ بالا سفارش کے ذریعے دراصل اسلام کے تصورِ اختلاطِ مرد وزَن کی ممانعت کو سمجھے بغیر مغرب کی مادر پدر آزاد تہذیب کا راستہ کھولا ہے۔ جبکہ یہ حقیقت ہے کہ دورِجدید کی ترقی کے باوجود دوصنفوں کی یہ باہمی کشش اور کشمکش پہلے سے کم ہونے کی بجائے کئی گنا بڑھ گئی ہے۔ عورت کے اسی تحفظ کے لئے اللہ تعالیٰ نے مبارک ترین سفرِحج وعمرہ میں بھی محرم مرد کا ساتھ ہونا ضروری قرار دیا ہے۔ اس بارے میں نبی کریم ﷺ کے فرامین مقدسہ بالکل واضح ہیں جنہیں ہماری کونسل تبدیل کرنے کی نامراد سعی کررہی ہے:

① «لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تسافر مسيرة يوم وليلة ليس معها حُرمة» (صحیح بخاری: روایت حضرت ابوہریرہؓ: رقم ۱۰۸۸)

www.KitaboSunnat.com

''کسی عورت کو جائز نہیں جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتی ہو کہ وہ ایسی حالت میں ایک دن رات کا سفر کرے کہ اس کے ساتھ محرم مرد موجود نہ ہو۔''

② «لا تسافر المرأة إلا مع ذي محرم ولا يدخل عليها رجل إلا ومعها محرم، فقال رجل: يا رسول الله! إني أريد أن أَخرج في جيش كذا وكذا، وامرأتي تريد الحج. فقال: اُخرج معها» (صحیح بخاری:۱۸۶۸)

''کوئی بھی عورت اپنے محرم مرد کے بغیر سفر ہرگز نہ کرے۔ اور اس کے پاس کوئی غیر مرد نہ آئے اِلا یہ کہ عورت کے ساتھ اس کا محرم مرد بھی موجود ہو۔ ایک شخص نے پوچھا کہ میں فلاں فلاں لشکر میں جانا چاہتا ہوں اور میری بیوی حج کرنا چاہتی ہے، تو آپ نے فرمایا: اپنی بیوی کے ساتھ حج پر جاؤ۔''

معلوم ہوا کہ محرم رشتہ داروں کا بھی فرض ہے کہ افضل ترین اعمال پر بھی اپنی خواتین کی سفری ضروریات کو ترجیح دیں کیونکہ مرد و زَن کے آزادانہ اختلاط کی ممانعت کی یہ بنیادی ضرورت ہے۔ اس موضوع پر نبی کریم ﷺ کے مزید فرامین موجود ہیں، مثلاً

③ «لا يخلونَّ رجل بامرأة إلا كان ثالثهما الشيطان» (جامع ترمذی:۱۱۷۱)

''کوئی بھی غیر محرم مرد کسی عورت کے ساتھ علیحدگی میں نہیں ہوتا، مگر ان کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے۔'' (جو اُنہیں برے کام کی تلقین کرتا ہے)

یہ مسئلہ پوری ملتِ اسلامیہ کا اجماعی مسئلہ ہے جس میں کسی کو اختلاف نہیں:

اتفق الفقهاء على أنه يحرم على المرأة أن تسافر بمُفردها وأنه لا بد من وجود محرم أو زوج معها (الموسوعة الفقهية: ۲۵/ ۳۷)

''فقہاے عظام کا اتفاق ہے کہ عورت کے لئے اکیلے سفر کرنا حرام ہے، اور اس کے ساتھ سفر میں کوئی محرم یا شوہر ہونا ازبس ضروری ہے۔''

فرامین نبویہؐ کی صراحت اور حکمت روزِ روشن کی طرح واضح ہے، اور سعودی حکومت کا سفر حج میں محرم کو لازمی کرنے کی شرعی وجہ یہی ہے، لیکن ہمارے نام نہاد شرعی ماہرین پاکستانی حکومت کو اس حکم شرعی میں ترمیم کی تلقین کرکے قوم کو باور کرا رہے ہیں کہ شریعت میں اس قسم کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔

سفارش ⑤: ''خالص سائنسی طریقے سے مکہ مکرمہ کو مرکز بنا کر چاند کی ولادت کے لحاظ

www.KitaboSunnat.com

سے پوری دنیا کے لیے ایک ہجری کیلنڈر بنا دیا جائے اور تمام مذہبی تہوار اسکے مطابق منائے جائیں''۔

جائزہ: کونسل کی یہ سفارش بھی سراسر فرامینِ نبویہؐ سے متصادم ہے۔ دراصل کونسل کا مطمع نظر اسلام کی ترجمانی نہیں بلکہ ایسی سفارشات کونسل کے تجدد زدہ اراکین کی مغرب سے مرعوبیت کا برملا اظہار ہے جو مغربی میڈیا کے بے جا اعتراضات کا جواب دینے کی اہلیت سے تو عاری ہیں، نتیجتاً اسلام کو توڑ موڑ کر اس کا حلیہ بگاڑ رہے ہیں۔

دنیا بھر میں مسلمانوں پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ان کے مذہبی تہوار ایک دن کیوں نہیں ہوتے، ایک قوم ہوتے ہوئے مختلف خطہ ارضی میں عیدین اور رمضان وغیرہ کا آغاز واختتام مختلف کیوں ہوتا ہے؟ دراصل یہ اعتراض بودا اور مغالطہ آمیز ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا بھر میں تمام مسلمان ایک ہی دن یعنی یکم شوال کو عید الفطر اور ۱۰ر ذی الحجہ کو عید الاضحیٰ مناتے ہیں۔ جہاں بھی یہ تہوار منائے جاتے ہیں، وہاں یکم شوال ہی ہوتی ہے۔ اگر یہ اعتراض اہل مغرب پر کیا جائے کہ وہ دنیا بھر میں کرسمس اور ایسٹر ایک ہی دن کیوں نہیں مناتے تو یہ زیادہ قرین قیاس ہے کیونکہ بعض ممالک میں کرسمس ہجری تقویم کی ایک تاریخ کو ہوتی ہے اور بعض میں اس سے اگلی یا پچھلی تاریخ کو۔ دراصل بنیادی سوال یہ ہے کہ بنیادی، فطری اور سائنسی تقویم کس کو قرار دیا جائے؟ قرآنِ کریم، فرامینِ نبویہ، تاریخ اقوام اور زمینی حقائق کی رو سے یہ حیثیت صرف ہجری تقویم کو حاصل ہے اور وہی حقیقی مطلوب تقویم الٰہی ہے۔ موضوع تفصیل طلب ہے، اس لئے راقم کے مستقل مضمون کی طرف رجوع فرمائیے۔

پھر یہ امر واقعہ ہے کہ سائنسی اعتبار سے بھی دنیا بھر میں نہ تو ایک ہی حقیقی وقت میں عید ہوسکتی ہے اور نہ ہی کرسمس۔ بلکہ اعتباری یا فرضی طور پر ہی اُنہیں ایک وقت میں منعقد کرنا ممکن ہے۔ چنانچہ پاکستان میں جس وقت (۷ بجے شام) چاند طلوع ہوتا اور نئے رات و دن کا آغاز ہوتا ہے، دنیا کے بعض خطوں (میکسیکو) میں اس وقت صبح کے ۱۰ بج رہے ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے فوری اطلاع مل جانے کے بعد بھی نہ تو وہاں روزہ رکھا جاسکتا ہے اور نہ ہی نمازِ عید پڑھی جاسکتی ہے۔ غرض طبعی حقائق کی روشنی میں یہ امر ناممکن ہے کہ حقیقی طور پر ایک ہی دن تہوار منائے جاسکیں۔ اسی طرح دنیا بھر میں بعض ممالک میں کرسمس کا آغاز ہورہا ہوتا ہے اور

www.KitaboSunnat.com

بعض میں یہ ختم ہوچکی ہوتی ہے۔ چنانچہ عملاً ایک ہی حقیقی وقت میں تہوار منعقد کرنے کا نظریہ حقائق سے لاعلمی اور ایک جذباتی ڈھکوسلا ہے۔ البتہ اعتباری طور پر ایسا کرنا ممکن ہے، اسی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ یکم شوال کو ہی دنیا بھر میں عید الفطر ہوتی ہے جس طرح ۲۵ر دسمبر کو ہی اوقات کے کئی گھنٹوں کے فرق کے باوجود دنیا بھر میں کرسمس منائی جاتی ہے۔

اس طبعی حقیقت کا اِدراک نبی اکرم ﷺ کو تو وحی کی روشنی میں حاصل تھا، لیکن آج کے ترقی یافتہ اور باشعور ہونے کا دعویٰ کرنے والے اور اس بنا پر اسلام میں تبدیلی کا تقاضا کرنے والے اس سے نابلد ہیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے دسیوں فرامین میں روزہ کو چاند کی رؤیت بصری پر منحصر قرار دیا ہے اور اس کو کسی سائنسی حساب پر منعقد نہیں کیا، کیونکہ سائنس لاکھ دعووں کے باوجود آج تک اسلامی تقاضوں کے مطابق درست ہجری تقویم تشکیل دینے میں کامیاب نہیں ہوسکی، یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر میں ہر سال چھپنے والی تمام ڈائریوں میں ہجری تقویم میں لازماً خرابی مشاہدہ میں آتی ہے۔ اگر اس کا کوئی سائنسی نظام وضع کرلیا گیا ہے تو پھر اس کے مطابق چند سال درست طور پر پیش کرنے تو بہرحال ضروری ہیں۔

یہ تو سائنسی حساب پر اکتفا کرنے کا نظریہ ہوا، جس کے خلاف اُمتِ مسلمہ کا قدیم سے بقولِ علامہ ابن تیمیہؒ اجماع چلا آرہا ہے۔ علاوہ ازیں کونسل کا یہ قرار دینا کہ چاند کی ولادت پر قمری مہینے کا آغاز کیا جائے، یہ بھی درست نہیں۔ کیونکہ شرعی اعتبار سے قمری ماہ کا آغاز ولادتِ قمر کی بجائے رؤیتِ قمر سے ہوتا ہے۔ ولادتِ قمر تو محض ایک سائنسی حقیقت ہے جبکہ رؤیت قمر ایک روزمرہ معمول، واضح رہے کہ دین ہر دور اور ہر فرد کیلئے ہے نہ کہ صرف سائنسدانوں کے لئے!

جہاں تک مقام کے لحاظ سے مکہ مکرمہ کو رؤیت میں مرکزی حیثیت دینے کی بات ہے تو یہ نظریہ بھی خلافِ اسلام ہے کیونکہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے کریبؒ سے فرمایا کہ ہمیں نبی کریم ﷺ نے ملک شام کی بجائے اپنی (یعنی مدینہ منورہ کی) رؤیت کا پابند بنایا ہے: ''ھٰکذا أمرنا رسول اللہ'' (صحیح مسلم:۱۸۱۹)

اس موضوع پر مزید احادیث بھی موجود ہیں، حدیث کی ہر کتاب میں اس موضوع کو زیر بحث لاکر یہی ثابت کیا گیا ہے کہ تمام دنیا تو کجا، عالم اسلام میں بھی ایک دن عید اور تہوار منعقد

www.KitaboSunnat.com

کرنا درست نہیں۔صرف کتبِ احادیث کے عناوین ملاحظہ فرمائیے:

جامع ترمذی کا باب: باب ما جاء لكل أهل بلد رؤيتهم
صحیح مسلم میں باب بيان أن لكل بلد رؤيتهم وأنهم إذا رأوا الهلال ببلد لا يثبُت حكمه لما بَعُد منهم
صحیح بخاریؒ میں باب لكل بلد رؤيتهم (معروف نسخہ میں یہ باب نہیں)
سنن نسائیؒ میں باب اختلاف أهل الآفاق في الرؤية
سنن ابوداودؒ میں باب إذا رءي الهلال في بلد قبل الآخرين بليلة
صحیح ابن خزیمہؒ میں باب الدليل على أن الواجب على كل أهل بلد صيام رمضان لرؤيتهم لا لرؤية غيرهم
منتقی الاخبار میں باب الهلال إذا رأوه أهل بلد هل يلزم بقية البلاد الصوم (امام ابن تیمیہؒ نے)
'جامع الاصول' میں باب اختلاف البلد في الرؤية (علامہ ابن اثیرؒ)
مصنف ابن ابی شیبہؒ میں في القوم يرون الهلال ولا يرون الآخرون

امام ترمذیؒ نے مذکورہ بالا باب کے تحت کریبؒ کی روایت کردہ حدیثِ ابن عباسؓ کو ذکر کرکے فرمایا ہے: ''ابن عباسؓ کی حدیث حسن صحیح ہے، اور اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔''

سابقہ مسائل کی طرح یہ مسئلہ بھی اُمتِ مسلمہ کا متفقہ اجماعی موقف ہے۔ چنانچہ علامہ ابن عبد البرؒ نے اس پر اجماع ذکر کیا ہے کہ اَندلس اور خراسان کی رؤیت ایک دوسرے کے لئے قطعاً معتبر نہیں ہے۔(الاستذکار: ۳۰/۱۰) علماے احناف میں سے علامہ زیلعیؒ اور علامہ عبد الحی لکھنویؒ نے اختلافِ مطالع کو معتبر تسلیم کیا ہے اور ندوۃ العلما، لکھنؤ کی مجلس تحقیقاتِ شرعیہ نے ۳،۴مئی ۱۹۶۷ء کو اپنے فیصلہ میں اختلافِ مطالع کو تسلیم کرتے ہوئے قرار دیا ہے کہ

''محققین احناف اور علماے اُمت کی تصریحات اور ان کے دلائل کی روشنی میں مجلس کی متفقہ رائے یہ ہے کہ بلادِ بعیدہ میں اختلافِ مطلع معتبر ہے۔'' (جدید فقہی مسائل: ۸۹/۱تا۹۴)

گویا بلادِ بعیدہ کی رؤیت کا باہمی اعتبار شریعتِ مطہرہ میں نہیں ہے، کجا یہ کہ دنیا بھر کو ہی

www.KitaboSunnat.com

ایک ہی رؤیتِ مکہ مکرمہ کا تابع کردیا جائے۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے دنیا بھر میں نمازوں کے اوقات وہی کردیے جائیں جو مکہ مکرمہ کے ہیں تاکہ عالمی وحدت حاصل ہوجائے۔ جبکہ نمازوں اور تہواروں کے اوقات وایام مختلف ہونے میں، جہاں مظاہر قدرت سورج اور چاند کو معیار ٹھہرایا گیا ہے، وہاں یہ بھی حکمت ہے کہ ہردن اور ہر وقت میں دنیا بھر میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ہوتی رہے اور کرۂ ارضی کا کوئی لمحہ بھی اس دعا ومناجات سے خالی نہ جائے۔

اس موضوع پر راقم کا تفصیلی مضمون جس میں ہر پہلو سے دلائل جمع کردیے گئے، ملاحظہ فرمائیں: 'ہجری تقویم اور مسئلہ رؤیتِ ہلال' شائع شدہ 'محدث': ستمبر ۲۰۰۷ء

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں عبادات سے لے کر زندگی کے ہر پہلو کے بارے میں بے انتہا نظری عقائد وتصورات اور عملی اَحکام وشرائع موجود ہیں۔ لیکن جمہوریت کے لازمے 'سیکولرزم' کو جاری وساری کرنے کے نتیجے میں آج مسلم ممالک میں عملاً اجتماعی، سماجی یا 'معاشرتی اسلام' کی بساط تقریباً لپیٹی جاچکی ہے اور عملاً ان جملہ معاشرتی میدانوں میں مغربی نظریات کی کارفرمائی ہی نظر آتی ہے۔ مسلمانوں کی بطورِ قوم ذلت کی وجہ بھی مسلم ریاستوں کے اسی ظلم میں پوشیدہ ہے کہ اُنہوں نے ترقی کے نام پر اسلام کے نظامِ سیاست وعدالت، نظامِ معاشرت ومعیشت اور نظامِ تعلیم واِبلاغ کو معطل کررکھا ہے۔ جب کسی میدان میں مسلم احکام ونظریات زیرِعمل ہی نہ ہوں تو اس قوم کی کامیابی وکامرانی کی اُمید کرنا کارِعبث ہے۔

ان معاشرتی نظاموں میں سے اکثر مسلم ممالک میں خاندانی نظام ہی ایسا واحد پہلو بچا ہے جس پر آج بھی جزوی طور پر عمل ہورہا ہے۔ اور اسلام پر عمل کرنے کے سبب یہی وہ واحد اجتماعی نظام ہے جس کی بنا پر آج ہم مطمئن وسرخرو ہیں اور اہل مغرب ہم پر رشک کرتے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام کو جس میدان میں بھی حقیقی طور پر نافذ کیا جائے گا، اس میں مسلمان دیگر اقوام کے لئے ایک قابل اتباع نمونہ قرار پائیں گے۔

لیکن مقامِ افسوس یہ ہے کہ ایک ایسا خاندانی نظام جو آج ہماری لئے کافی حد تک باعث افتخار ہے، اس میں بھی ہم ایسی تبدیلی لانا چاہتے ہیں جو اس کے جوہر کو ختم کرکے ہمیں مغرب

www.KitaboSunnat.com

کے ٹوٹے پھوٹے خاندانی ڈھانچے کے قریب تر لے آئے۔ نظریاتی کونسل کی مذکورہ بالا سفارشات کا زیادہ تر تعلق خاندانی نظام سے ہی ہے جس میں ایسی 'اصلاحات' تجویز کی گئی ہیں جو دنیا میں غالب نظامِ کفر سے ممکنہ مماثلت حاصل کرنے کا مذموم ہدف رکھتی ہیں۔

مزید برآں مرد وعورت کے آزادانہ اختلاط کی ممانعت اور دونوں کو اپنے اپنے دائرۂ کار میں کام کرنے کی تلقین بھی اسلام کے نظامِ معاشرت کا اساسی تصور ہے۔ ایسے ہی ہجری کیلنڈر کو عیسوی کیلنڈر کی طرح خودساختہ اُصولوں پر اُستوار کرنا بھی شریعت کے احکاماتِ صریحہ میں مداخلت ہے۔ یاد رہے کہ تقویم بھی مسلم نظامِ معاشرت کا ایک مرکزی تشخص ہے۔ کونسل کی اکثر سفارشات اسی بچے کچھے مسلم نظامِ معاشرت کی مزعومہ اصلاح سے تعلق رکھتی ہیں۔

الغرض مسلمانوں کے خاندانی نظام میں اہل مغرب کے تصورات کو پروان چڑھانا اور معاشرتی نظام میں سیکولر نظریات کو فروغ دینا نظریاتی کونسل کا ایسا سیاہ کارنامہ ہے جو اس کے مقام ومرتبہ پر کسی بدنما دھبے سے کم نہیں ہے!

اوپر ذکر کردہ دس میں سے پانچ سفارشات کے مختصر جائزہ سے واضح طور پر یہ علم ہوجاتا ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی یہ سفارشات شریعتِ اسلامیہ میں تحریف اور دخل اندازی کی موجب ہیں۔ یہ سفارشات اسلامی نظریاتی کونسل کی بجائے کسی اِلحادی ادارے یا فرد سے صادر ہوتیں تو مناسب ہوتا۔ ان حالات میں حکومتِ وقت کا فرض ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کو ایسے مغرب نواز سکالروں سے پاک کرکے، شرعِ متین کی حقیقی ترجمانی کرنے والے اہل علم کو یہاں متعین کرے، تاکہ ماضی کی طرح یہ ادارہ قوم اور حکومت کو شرعی اُمور میں درست رہنمائی دے سکے۔

ان سفارشات کے مذکورہ بالا جائزہ کی روشنی میں پاکستان بھر کے دینی حلقوں اور اہل علم کا یہ مطالبہ سو فیصد درست ہے کہ کونسل کی تشکیل نو کی جائے، آئینی مطالبے پورے کئے جائیں اور اسلام کے نام پر حاصل کئے جانے والے ملک میں اسلام کے نام پر تہذیبِ افرنگ کے فروغ کا مذاق بند کیا جائے۔ (حافظ حسن مدنی)

www.KitaboSunnat.com